رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۲۹۶

سید اکبر علیشاہ بلند ایم ایل سی
سبز فیروز پور

Ferozepore.

شیر چنده
سرپرستان - سرپرستان - طلباء - سٹاف - عام
عنده
انڈیا سے باہر چھ روپے آٹھ آنے

هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ

ایڈیٹر: مبشر قاسم علی احمدی!

فاروق

قادیان

تاریخہائے اشاعت ہر انگریزی ماہ کی ۱۰-۱۱-۲۴-۲۵

جلد ۲۲ | قادیان دارالامان مورخہ ۱۸ ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ مطابق ۲۸ جون ۱۹۳۷ء | نمبر ۱۲

سلسلہ کی خبریں

(۱) سیدنا امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی صحت ہفتہ زیر اشاعت میں قابل حمد ہے۔ فللہ الحمد

(۲) حضرت ام المؤمنین مدظلہا کی طبیعت ناساز ہے۔ احباب صحت کامل کیلئے دعا کریں۔

(۳) نہایت اندوہ وغم سے لکھا جاتا ہے۔ کہ حضرت ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب رضی اللہ عنہ والد بزرگوار محترم سید ولی اللہ شاہ صاحب سلمہ اللہ ۲۳ جون ۳۷ء کو بوقت عصر ۵ بجے وفات پاگئے۔ مرحوم حضرت صاحب کے اخلص صحابہ اور خاندان رسالت کے فدائی اور شیدا اور بڑی خوبیوں کے مالک تھے۔ دم وفات تک نماز تہجد ادا فرماتے رہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنا خاص قرب اور اعلیٰ مقام جنت الفردوس میں عطا کرے۔ آمین۔ اور خاکسار ایڈیٹر فاروق کو اس صدمہ میں آپکے پسماندگان حضرت ولی اللہ شاہ صاحب میجر حبیب اللہ شاہ صاحب اور سید عزیز اللہ شاہ صاحب اور سید محمود اللہ شاہ صاحب [۴]

ریزرو فنڈ پچیس لاکھ کی فراہمی کی طرف احباب جلد توجہ فرمائیں

مجلس مشاورت منعقدہ اکتوبر ۱۹۳۶ء میں حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالےٰ نے فیصلہ فرمایا تھا کہ احباب اور انجمنیں ریزرو فنڈ کی کچھ نہ کچھ رقم اپنے ذمہ مقرر کرلیں۔ کہ وہ اس قدر رقم سال حال میں جمع کروانے کی کوشش کریں گے۔ اسکی تعمیل میں جماعتوں اور احباب کو چاہیئے۔ کہ جو رقم چاہیں اپنے ذمہ مقرر کرکے نظارت ہذا کو مطلع فرمائیں۔ تاان سے موعودہ رقموں کی وصولی کی امید رکھی جائے۔

فرزند علی عفی عنہ (ناظر بیت المال)

تحریک قرضہ ایک لاکھ

حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ کا ارشاد ہے۔ کہ ایک لاکھ روپیہ مخلصین جماعت سے بطور قرضہ حسنہ جمع کیا جائے۔ جو پانچ سال میں واپس دیا جائیگا۔ البتہ جو دوست اس قدر لمبے عرصہ کے لئے قرض نہ دے سکتے ہوں۔ وہ اس سے کم عرصہ کے لئے قرض دیں۔ مگر یہ عرصہ ایک سال سے کم نہیں ہونا چاہیئے۔

اس تحریک میں اب تک اٹھاون ہزار سے اوپر روپیہ جمع ہو چکا ہے۔ احباب کو چاہیئے۔ کہ باقی رقم جلد پوری کردیں۔

(فرزند علی عفی عنہ (ناظر بیت المال)

[۴] اور سید عبدالرزاق شاہ صاحب۔ اور ہر سہ ہمشیرگان سے دلی ہمدردی اور ان کے غم میں پوری شرکت ہے۔ مفصل آئندہ۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

میری اہلیہ مرحومہ کی وفات پر تعزیت کے خط

(۳)

(از بیگم صاحبہ ڈاکٹر گوہر دین صاحب برہما)

۱۴ر جون ۳۷ء منجان اپر برہما۔

مکرم معظم السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔

میں کئی برس سے بالکل صاحبِ فراش ہوں۔ اخبارات سلسلہ سے جناب کو معلوم ہوتا رہتا ہوگا۔

آہ! میں کیا عرض کروں۔ کہ الفضل میں شفیق و مہربان انتہائی ہمدرد سچی محبت کرنے والی ہستی الفت میں پھوپھی کی حیثیت سے کسی طرح کم نہ تھی) کی وفات حسرت آیات نے میرے دل وجگر کو کیسے کچوکے دیئے ہیں۔ ان کی الفت بھری باتیں یاد آآ کر دل وجگر میں ایسی خلش بپا کر رہی ہیں۔ جن کو اظہار نہیں کیا جا سکتا۔ آہ! آہ! آہ! اللہ تعالےٰ ان کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔ فردوس کی نعمتوں سے سرفراز فرمائے۔ مگر جو جگہ انہوں نے اپنے اعزا میں۔ اپنے حلقۂ اثر میں۔ اپنی سہیلیوں میں اور سب سے بڑھ کر ان یتیم بچوں کے احساسات میں جن کے دلوں کو وہ ہمیشہ اپنی شفقت سے تسکین دیا کرتی تھیں۔ خالی کی ہے۔ وہ کسی طرح اب پُر ہونا ناممکن ہے۔ جب سے ان کی علالت کی خبر سنی تھی ان کی صحت کے لئے دل کی گہرائیوں سے دعائیں نکلا کرتی تھیں۔ اور گھر میں اکثر ان کی مداح رہا کرتی تھی۔ اکثر ان کے حسن سلوکوں کا تذکرہ کرتی تھی۔ مگر مشیتِ ایزدی کے اسرار کون جان سکتا ہے۔ خلوص دل اور سچی تڑپ کی دعاؤں کے بعد اس جاں گداز صدمہ سے دوچار ہونا پڑا۔ مگر ان ہماری دعاؤں کا ثمر گو صحت کی صورت میں حکمت الٰہی کے ماتحت نہیں ملا۔ مگر وہ دعائیں ان کے لئے آخرت میں اللہ تعالےٰ تحفہ کی صورت میں انہیں ضرور دے گا۔ انشاء اللہ۔ اب ہم ان کے احسانوں کا بدلہ دعا کے سوا اور کیا ادا کر سکتے ہیں۔ پس صبر کی تلقین تو چھوٹا منہ بڑی بات ہوگی۔ میری یہی التماس ہے۔ کہ اس محسنہ کے حق میں جتنی بھی دعائیں کی جا سکتی ہوں۔ ان کی خدمت میں بھیجیں۔ کہ اب ان کو وہاں یہی چیز فائدہ دے سکتی ہے۔

[illegible] تھیں۔ اور اسی طرح آنمکرم بے مثال شوہر تھے فی زمانہ آپس میں ایسی الفتیں نایاب ہیں۔ آنمکرم کی خانگی زندگی جو نہایت کامیاب زندگی تھی۔ ہمارے سب کے لئے نمونہ "اسوہ" اور بہترین مشعل راہ تھی۔ شارع علیہ السلام (فداہ نفسی) کا ارشاد ہے "خیرکم خیرکم لاھلہٖ" آپ اس کے حقیقی عامل تھے۔ اور اس لحاظ سے بہترین کہلانے کے مستحق۔ اس لئے بے شک صدمہ شدید اور یہ مفارقت ناگزیر ہے۔ مگر اس پر بھی آنمکرم مبارکباد کے مستحق ہیں۔ کہ اس عہد و پیمان الٰہی کو خوب نبھایا ہے۔ ارشاد نبوی صلے اللہ علیہ وسلم پر کما حقہٗ عمل فرمایا۔ وہ خدا جس نے اپنی رفیق حیات سے بہترین سلوک کا حکم دیا۔ اور جس کے حکم کے سامنے آپ مجسمہ عمل رہے۔ وہ اپنے وعدے کے مطابق آپ کو دین و دنیا میں بہترین بنائے رکھے اور اس بدلے ازدواجی حسن سلوک کا بیش از بیش اجر عطا فرمائے۔ آپ کے قلب کو تسکین دے۔ آمین اور مرحومہ محترمہ کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے کر ان تمام افضال کا وارث بنائے۔ جس کا وعدہ مومنات اور شوہر کی اطاعت گذار بیوی کے لئے ہے۔ آمین ثم آمین۔ آنمکرم نے طویل عرصہ ایسی بہترین بیوی کے ساتھ گذارا ہے۔ آپ ان کی خانگی زندگی کے حالات اور ازدواجی زندگی کے نمونے سوانحعمری کی صورت میں ضرور لکھیں۔ قوم کے ازدواجی جوڑوں کی یہ بھی ایک بھاری خدمت ہوگی۔ کیونکہ اس زمانہ کی خانگی زندگیاں بہت کچھ اصلاح طلب ہیں۔ ان میں ابھی تک وہ موانستیں پیدا نہیں ہوئیں۔ جو ایک نبی کی قوم میں ہونی چاہئیں اور نہ ابھی ایسا تغیر آج کل کے "جوڑوں" میں پیدا ہوا۔ جو بعثت اول میں باوجود جہالت کے آناً فاناً پیدا ہوگیا تھا۔ اور یہ ایسا نقص ہے۔ جو نبی کی قوم کے بالکل شایان نہیں۔ اسی نقص کی وجہ سے برکتوں اور خوشیوں میں کمی ہے۔ اسی نقص کی وجہ سے عمریں کم ہیں۔ اسی نقص کی وجہ سے مصائب زیادہ ہیں۔ خود غور فرما لیجئے۔ کہ ازدواجی زندگی کی طویل زندگیاں آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں ملتیں۔ پہلے زمانہ میں تو ایسا نہیں تھا۔ آخر اسکی کیا وجہ ہے؟ کیا اسی اصلاح کی کمی نہیں۔ گو یہ تعزیت کا خط ہے۔ مگر نفس مضمون بھی اسی سے تعلق رکھتا ہے۔ اس لئے اسکا لکھنا کچھ بے جا نہیں۔ آنمکرم مرحومہ کی یادگار میں اپنی کامیاب زندگی کا نمونہ پیش کر کے ایک تو ان کی سوانحعمری کی صورت میں دوسرے ان کی یادگار میں ایک عورتوں مردوں کی ازدواجی زندگی کے مفید مطلب رسالہ جاری فرمائیں۔ اس طرح ایک تو مرحومہ کی یادگار قائم ہوگی۔ دوسرے قومی زندگی کی اصلاح ان کے حق میں صدقہ جاریہ کا کام کریگی۔ تیسرے قوم کی خدمت ہوگی۔ جو آنمکرم کے نام کو زندہ جاوید کر دیگی۔ چوتھے آپ کا دل بہلے گا۔ پانچویں جس طرح ان کی زندگی مفید تھی۔ موت اس سے بڑھ کر مفید ثابت ہوگی۔ امید کہ اس مخلصانہ استدعا پر غور فرمائیں گے۔ آخر میں مرحومہ کی آخرت کے لئے اور آپ کی زندگی کے لئے صمیم قلب سے دعا کرتے ہوئے خط ختم کرتی ہوں۔ عزیز مشتاق سلمہٗ کو

ص میری طرف سے دلاسا دیں۔ اللہ تعالےٰ آپ کی اور اسکی عمر میں برکت دے۔ آمین ثم آمین والسلام۔ شریک غم سوگوار شمیم بیگم ڈاکٹر گوہر الدین۔

(قاسم غمزدہ) میں اس محبت اور درد اور اخلاص بھرے تعزیت نامہ کا نہایت ہی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اور دعا کرتا ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ عزیزہ سلمہ اللہ کو شفا کامل اور اجر عظیم عطا فرمائے اور ہمیشہ اپنے فضلوں کی بارش ان پر برساتے رہے۔ آمین۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فاروق

جلد ۲۲ | قادیان دارالامان مورخہ ۲۸ر جون ۱۹۳۷ء | نمبر ۱۲

ثنائی مشن

رسالہ تعلیمات مرزا کا جواب

(۱)

اس رسالہ میں مولوی ثناء اللہ صاحب نے "اختلافات مرزا" کے عنوان سے چودہ اختلافات کا ذکر کیا ہے۔

مولوی صاحب کا مقصد

ان اختلافات کے پیش کرنے کی غرض اور اس بیان سے مولوی صاحب کا مقصد کیا ہے۔ تحریر کرتے ہیں:۔

(الف) "قرآن مجید میں اختلاف کلام کو اس بات کی دلیل بتایا گیا ہے۔ کہ وہ کلام خدا کی جانب سے الہام نہیں۔ اور اس کا متکلم ملہم نہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ لوکان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً۔ اگر قرآن غیر اللہ کے پاس سے آیا ہوتا۔ تو اس میں بہت اختلاف پاتے۔" ص۲

(ب) "جن لوگوں نے مرزا صاحب کے اقوال ملاحظہ کئے ہیں۔ وہ قرآنی اصول کی تصدیق کرنے پر مجبور ہیں۔ لوکان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً" ص۲

ان ہر دو عبارتوں میں مولوی صاحب نے یہ بتایا ہے۔ کہ قرآن مجید نے یہ اصل قائم کیا ہے۔ کہ اختلافات کلام اس امر کی دلیل ہے۔ کہ وہ کلام الہام نہیں نیز یہ کہ حضرت مرزا صاحب ؑ کے کلام میں اختلاف ہے۔

مولوی صاحب کا صریح مغالطہ

مولوی صاحب نے جس آیت کی بناء پر یہ باب لکھا ہے۔ اس میں "عدم اختلاف" الہام کے لئے شرط ہے۔ نہ کہ مدعی نبوت کے اپنے اقوال کے لئے۔ جیسا کہ مندرجہ بالا ترجمہ سے ظاہر ہے۔ تفسیر ثنائی میں بھی لکھا ہے۔ "اگر یہ قرآن سوا خدا کے کسی اور کی طرف سے ہوتا۔ تو اس میں کئی طرح کا اختلاف پاتے۔" جلد ۲ ص۱۶۹۔ اب اگر اس آیت کے ماتحت مولوی صاحب حضرت مرزا صاحب ؑ کو "من عند غیر اللہ" ثابت کرنا چاہتے تھے۔ تو ان کا فرض تھا۔ کہ حضور علیہ السلام کے الہامات میں اختلاف ثابت کرتے۔ اور بتلاتے کہ یہ الہامات جنہیں مدعی خدا کا کلام ظاہر کرتا ہے۔ وہ منجانب اللہ نہیں ہیں لیکن انہوں نے الہامات کی بجائے "مرزا صاحب کے اقوال میں" اختلاف ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے۔

مولوی صاحب کے اس طریق عمل سے جہاں یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ ان کے دعویٰ اور دلیل میں تقریب تام نہیں۔ وہاں پر یہ بھی ظاہر ہے۔ کہ انہیں بصد کوشش بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات میں کوئی شائبۂ اختلاف نظر نہیں آیا۔ اس لئے انہوں نے مخلوق خدا کو دھوکہ دینے کے لئے مخالف منشاء آیت قرآنی "مرزا صاحب کے اقوال" ملاحظہ کرنے کا قصہ چھیڑ دیا ہے۔ یہ صداقت احمدیت کی زبردست دلیل ہے۔ اور مولوی صاحب کی کھلی کھلی شکست۔ اے کاش وہ سمجھیں۔

حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات

حضور علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:۔

(الف) "اگر مولوی صاحبان مجھے مفتری سمجھتے ہیں تو اس سے بڑھ کر ایک اور فیصلہ ہے۔ اور وہ یہ کہ میں ان الہامات کو ہاتھ میں لے کر جن کو میں شائع کر چکا ہوں۔ مولوی صاحبان سے مباہلہ کروں۔"

(انجام آتھم ص۵۱)

(ب) "میرے خدا کا ہاتھ میرے ساتھ رہا۔ اور اسکی پاک وحی جس پر میں ایسا ہی ایمان لاتا ہوں۔ جیسا کہ خدا تعالےٰ کی تمام کتابوں پر۔ مجھے ہر روز تسلی دیتی رہی۔" (براہین احمدیہ پنجم ص۶۳)

(ج) "میں اپنے پورے یقین سے جانتا ہوں۔ کہ خدا وہی قادر خدا ہے۔ جس نے میرے پر تجلی فرمائی اور اپنے وجود سے اور اپنے کلام اور اپنے کام سے مجھے اطلاع دی۔ اور میں یقین رکھتا ہوں۔ کہ وہ قدرتیں جو اس سے دیکھتا ہوں۔ اور وہ علم غیب جو میرے پر ظاہر کرتا ہے۔ اور وہ قوی ہاتھ جس سے میں ہر خطرناک موقعہ پر مدد پاتا ہوں۔ وہ اسی کامل اور سچے خدا کے صفات ہیں۔ جس نے آدم کو پیدا کیا۔ اور نوحؑ پر ظاہر ہوا۔ اور طوفان کا معجزہ دکھلایا۔ وہ وہی ہے۔ جس نے موسیٰ کو مدد دی۔ جبکہ فرعون اس کو ہلاک کرنے کو تھا۔ وہ وہی ہے۔ جس نے حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم سید الرسل کو کافروں اور مشرکوں کے منصوبوں سے بچا کر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

فتح کامل عطا فرمائی۔ اسی نے اس آخری زمانہ میں اپنے بندے پر تجلی فرمائی" (ضمیمہ براہین احمدیہ پنجم صفحہ ۱۳۲)

ناظرین کرام! اس تحدی کے ہوتے ہوئے مخالفین سلسلہ کا سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات میں ذرا سا اختلاف بھی نہ پانا بلکہ سادہ لوح انسانوں کے سامنے محض اقوال پیش کرکے ان میں اختلاف دکھانے کی کوشش کرنا ان کی عاجزی کا کھلا کھلا ثبوت ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اقوال

اپنے اقوال کے متعلق خود حضور علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:۔

(الف) "مجھے خود بخود غیب کا دعویٰ نہیں۔ جبتک کہ خود خدا تعالےٰ مجھے نہ سمجھاوے"۔ (کشتی نوح صفحہ ۱۵)

(ب) "اصل بات یہ ہے۔ کہ پیغمبر بھی بشر ہی ہوتا ہے۔ اور اس کے لئے یہ نقص کی بات نہیں۔ کہ کسی اپنے اجتہاد میں غلطی کھاوے۔ ہاں وہ غلطی پر قائم نہیں رکھا جاسکتا۔ اور کسی وقت اپنی غلطی پر ضرور متنبہ کیا جاتا ہے"۔ (ضمیمہ براہین احمدیہ صفحہ ۸۹)

(ج) "انبیاء اور ملہمین صرف وحی کی سچائی کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ اپنے اجتہاد کے کذب اور خلاف واقعہ نکلنے سے وہ ماخوذ نہیں ہوسکتے۔ کیونکہ وہ ان کی اپنی رائے ہے۔ نہ خدا کا کلام"۔ (اعجاز احمدی صفحہ ۸)

ان عبارتوں سے واضح ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اپنے اقوال کے متعلق کیا دعویٰ ہے۔ یعنی خدا کی وحی اور اس کا الہام آنے پر حضور ؑ اسی کی پیروی کریں گے۔ اور اپنے پہلے اجتہاد کو ترک کر دیں گے۔ یہ اس لئے ہوگا۔ کہ تا ظاہر ہو۔ کہ علم غیب خدا تعالےٰ کا ہی خاصہ ہے۔ اس صورت کو "اختلاف" قرار دینا خطرناک غلطی ہے۔ اور سب نبیوں پر حملہ۔ چنانچہ مولوی ثناء اللہ صاحب بھی تحریر کر چکے ہیں:۔

"جب تک خداوند کریم کوئی وعدہ نہ کرے۔ یا کوئی خبر نہ بتلاوے۔ نبی ہو یا رسول۔ بلکہ افضل الرسل (علیہم السلام) کو بھی خبر نہیں ہوتی"۔ (تفسیر ثنائی جلد ۲ صفحہ ۸۱)

اور ظاہر ہے۔ کہ خداوند تعالےٰ تمام امور کے متعلق ایک ہی دن میں اطلاع نہیں دے دیا کرتا۔ لکھا ہے "حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔ جب تک حضورؐ مکہ شریف میں رہے۔ اعتقادات کی تصحیح کے احکام نازل ہوتے رہے۔ عبادات اور دیگر احکام کی طرف زیادہ توجہ نہ تھی"۔ (اخبار اہلحدیث ۱۴ ستمبر ۱۹۰۸ء صفحہ ۱)

اختلافات کے اصولی جوابات

جواب اول۔ ان اختلافات کے ذکر سے آپ یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک وقت میں کچھ فرمایا۔ اور دوسرے وقت میں کچھ۔ لیکن میں کہتا ہوں۔ کہ جب آپ لوگ قرآن پاک ایسی محفوظ اور ابدی شریعت کے متعلق یہ اعتقاد رکھتے ہیں۔ کہ اس میں ناسخ و منسوخ آیات موجود ہیں۔ یعنی ایک جگہ کچھ بیان ہے۔ اور دوسری جگہ اس کے خلاف۔ تو آپ کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اپنے اقوال پر اعتراض کرنے کا کیا حق ہے؟ یاد رہے۔ کہ موجودہ مسلمان کہلانے والے نسخ فی القرآن کے قائل ہیں۔ حضرت سید شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے بھی اس مسئلہ پر طویل گفتگو کرنے کے بعد تحریر فرمایا ہے۔ علیٰ ما حررت لا یتعین النسخ الا فی خمس مواضع۔ کہ میری تحریر کے مطابق صرف پانچ آیات منسوخ قرار پاتی ہیں۔ (الفوز الکبیر صفحہ ۱۸-۲۱) مولوی ثناء اللہ صاحب نے لکھا ہے:۔

"اس تقریر سے کوئی یہ نہ سمجھے۔ کہ میں نسخ اصطلاحی کا قائل نہیں۔ نہیں اتنا تو میں بھی قائل ہوں۔ کہ خدا کسی حکمت سے چند روز ایک حکم صادر فرمائے۔ اور بعد چند روز کے اسکو اٹھا دے۔ تو کوئی مشکل امر نہیں"۔ (تفسیر ثنائی جلد ۱ صفحہ ۱۰۴)

کیا اس اعتقاد کے باوجود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلام پر اعتراض کرنا دیانتداری ہے؟

جواب دوم۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ ما کنت تدری ما الکتاب ولا الایمان ولکن جعلناہ نورا نھدی بہ من نشاء (الشوریٰ رکوع ۵) تجھے معلوم نہ تھا کہ کتاب کیا ہوتی ہے۔ اور ایمان کی ماہیت کیا۔ لیکن ہم نے اس قرآن مجید کو نور بنایا ہے۔ اور جس کو چاہتے ہیں۔ اس سے ہدایت دیتے ہیں۔ واقعات کی رو سے لکھا ہے۔ کان یحب موافقۃ اھل الکتاب فیما لم یؤمر بہ (مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۹۶ مطبوعہ مصر) آنحضرت صلعم ان امور میں اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) سے موافقت کرتے تھے۔ جن میں حضورؐ پر وحی نازل نہ ہوتی تھی۔ عملی طور پر "انہ صلے قبل بیت المقدس ستۃ عشر شھرا او سبعۃ عشر شھرا (بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۶) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سولہ یا سترہ ماہ تک بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتے رہے۔ بعد ازاں بامر الٰہی بیت اللہ الحرام کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنا شروع کر دیا۔ اس پر اعتراض کرنے والوں کے حق میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ سیقول السفھاء من الناس ما ولّٰھم عن قبلتھم التی کانوا علیھا۔ گویا نبی کے ذاتی خیال یا ذاتی عمل میں جو تبدیلی بامر الٰہی ہوتی ہے۔ اس پر اعتراض کرنا اسے اختلاف قرار دینا حماقت ہے۔

جواب سوم۔ مولوی صاحب کا مقصود یہ ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلام میں اختلاف ثابت کریں۔ ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں۔ کہ اگر بالفرض آپ ایسا ثابت بھی کر دکھائیں۔ تو یہی ہوگا۔ کہ ہم حضور علیہ السلام کے پہلے قول کو منسوخ اور دوسرے کو ناسخ مان لیں گے۔ اس سے کونسا حرج لازم آئے گا۔ کیا صحیح مسلم میں یہ نہیں لکھا کہ:۔ کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ینسخ حدیثہ بعضہ بعضاً۔ کہ آنحضرت صلے اللہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

علیہ وسلم کی ایک حدیث دوسرے کے لئے ناسخ ہوا کرتی تھی"۔ (جلد اوّل کتاب الطہارۃ باب انما الماء من الماء) اور اسی بناء پر امام زہری کہتے ہیں:۔

"قال الزھری وکان الفطر اخر الامرین و انما یوخذ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالاخر فالاخر"۔ کہ بحالت سفر افطار کرنا آنحضرت صلعم کا آخری عمل ثابت ہے۔ لہذا اسی کو معمول بہ بنایا جائے گا۔ (مسلم جلد ۱ صـ۳۵۹ کتاب الصوم)

بطور واقعہ مولوی ثناء اللہ صاحب لکھتے ہیں:۔

"آپ (صلے اللہ علیہ وسلم) نے لوگوں کی مشرکانہ عادت دیکھ کر قبرستان کی زیارت سے منع فرمایا۔ بعد اصلاح اجازت دے دی۔ اور ان کے بخل کے مٹانے کی غرض سے قربانیوں کے گوشت تین روز سے زائد رکھنے سے منع کر دیا تھا۔ جس کی بعد میں اجازت دے دی۔ ایسا ہی شراب کے برتنوں میں کھانا پینا منع کیا تھا۔ مگر بعد میں ان کے استعمال کی اجازت بخشی"۔

(تفسیر ثنائی جلد ۱ صـ۱۳۳ حاشیہ)

علاوہ ازیں احادیث میں مذکور ہے۔ کہ ایک وقت آپ نے فرمایا۔ من قال انا خیر من یونس فقد کذب۔ جو یونس سے بہتر کہے۔ وہ جھوٹا ہے۔ (ترمذی جلد ۲ صـ۱۵۶) مگر خدا سے علم پانے کے بعد فرمایا۔ انا سید الاولین والاٰخرین من النبیین (دیلمی) انا سید ولد آدم ولا فخر (ابن ماجہ جلد ۲ صـ۳۱۲) کہ میں سب نبیوں سے افضل ہوں۔ تمام آدمزادوں کا سردار ہوں۔ لوکان موسیٰ حیا ما وسعہ الا اتباعی (بخاری) اگر موسیٰ زندہ ہوتا۔ تو میری پیروی کرتا۔ لوکان عیسیٰ حیًا ما وسعہ الا اتباعی (شرح فقہ اکبر مطبوعہ مصر صـ۹۹) اگر عیسیٰ زندہ ہوتا تو میرا تابعدار ہوتا۔

ناظرین کرام! اس بیان سے ظاہر ہے۔ کہ نبی چونکہ خدا یا عالم الغیب نہیں ہوتا۔ اس لئے جب تک اللہ تعالےٰ کی طرف سے تصریح نہ ہو۔ وہ کسی بات میں پیش دستی نہیں کرتا۔ (لا یسبقونہ بالقول۔ الانبیاء) بلکہ اسی طریق پر قائم رہتا ہے۔ جو لوگوں سے رائج ہوتا ہے۔ ہاں جب خدائی حکم آجاتا ہے۔ تو وہ اسی کی تبلیغ کے لئے

دیانند مشن

عِلّت کے بغیر معلول

آریہ سماج کا اعتقاد ہے۔ کہ دنیا میں جو چیز بھی بنتی ہے۔ اسکی کوئی نہ کوئی علت مادی ہوتی ہے۔ کیونکہ بغیر علت مادی کے کوئی شے نہیں بن سکتی۔ اگر مٹی نہ ہو۔ تو کمہار گھڑا نہیں بنا سکتا۔ اور یہ قانون کلّی ہے۔ اس لئے اگر روح و مادہ قدیم نہیں بلکہ حادث اور خدا کی مخلوق ہیں۔ تو ان کی کوئی نہ کوئی علت مادی ہونی چاہیئے۔ لیکن چونکہ نہ مسلمان ہی تسلیم کرتے ہیں۔ اور نہ واقعہ میں روح و مادہ کی کوئی علت مادی ہے۔ جس سے خدا نے ان کو بنایا ہو۔ اور بغیر علت مادی کے کوئی چیز بن نہیں سکتی اس لئے روح و مادہ مخلوق نہیں۔ بلکہ قدیم ہیں۔

پہلا جواب

جس طرح تم دنیا میں یہ قانون دیکھتے ہو۔ کہ ہر بنی ہوئی چیز کی کوئی نہ کوئی علت مادی ہوا کرتی ہے۔ اور یہ کلیہ قاعدہ ہے۔ کہ اس میں استثناء ماننے کے لئے تم تیار نہیں۔ اسی طرح ایک اور قانون بھی اس کے پہلو بہ پہلو کام کرتا ہوا پایا جاتا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ کوئی چیز بغیر آلات کے نہیں بنتی۔ یعنی جس طرح چیز کے بننے کے لئے علت مادی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح آلات کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ دیکھو جس طرح مٹی کے بغیر گھڑا نہیں بن سکتا۔ اسی طرح چک اور کمہار کے ہاتھوں کے بغیر بھی گھڑا تیار نہیں ہو سکتا۔ اور یہ قانون بھی کلّی ہے۔ مگر باوجود اس قانون کلی کے تم خدا کا اس مسئلہ میں استثناء کرتے ہو۔ یعنی تمہارا یہ اعتقاد ہے۔ کہ گو کسی چیز کے بننے کے لئے آلات کی ضرورت ہے۔ مگر پرمیشور آلات کے بغیر بھی اشیاء بنا سکتا ہے اسی طرح کیوں تم علت مادی والے کلیہ میں استثناء نہیں کرتے۔ اور کیوں یہ اعتقاد نہیں رکھتے۔ کہ گو کسی چیز کے بننے کے لئے علت مادی کی ضرورت ہے۔ مگر پرمیشور بغیر علت مادی کے بھی اشیا بنا سکتا ہے۔ غرض جس طرح دنیا میں ہم نے اس قانون کا مشاہدہ کیا۔ کہ کمہار بغیر مٹی کے گھڑا نہیں بنا سکتا۔ اسی طرح یہ قانون بھی ہم نے دیکھا کہ کوئی کمہار بغیر چک اور ڈنڈے اور ہاتھوں کے بھی گھڑا نہیں بنا سکتا۔ مگر عجیب بات ہے۔ کہ آریہ سماج ان دو قانونوں میں سے ایک میں تو خدا کا استثناء کرتا ہے۔ یعنی وہ اعتقاد رکھتا ہے۔ کہ خدا بغیر آلات کے بھی اشیاء بنا سکتا ہے۔ مگر دوسرے قانون میں استثناء نہیں کرتا۔ اور کہتا ہے۔ کہ نہیں خدا بھی بغیر علت مادی کے کوئی شے نہیں بنا سکتا۔ اب اس تفریق کو ہم تو نہیں سمجھ سکتے۔ آریہ سماج ہی کی نرالی منطق ہے۔

ذیل میں اس امر کو بذریعہ سوال و جواب واضح کیا جاتا ہے:۔

احمدی۔ کیا روح و مادہ مخلوق ہیں؟۔

آریہ۔ نہیں۔

احمدی۔ کیوں؟

آریہ۔ اس لئے کہ کوئی چیز بغیر علت مادی کے نہیں بن سکتی۔ اور تم روح و مادہ کی علت مادی کے قائل نہیں۔

احمدی۔ یہ قانون تم کو کس طرح معلوم ہوا؟

آریہ۔ یہ ہمارا مشاہدہ ہے۔ کہ کوئی چیز بغیر علت

(موجودہ علیہ السلام کے عہد سے تا بنا دارالامن۔ دارالامن ہے۔ خلاف عقل امر ہے۔ ناقل) (صحیح بخاری کتاب الانبیاء)

لہ۔ اسکی تفصیلی بحث کیلئے النبراس صـ۴۵۸ ملاحظہ ہو۔ ابوالعطاء۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مادی کے نہیں بن سکتی۔ جیسا کہ بغیر مٹی کے گھڑا۔ لوہے کے بغیر قفل۔ لکڑی کے بغیر میز۔ کپڑے کے بغیر کرتہ نہیں بن سکتا۔ غرض ہم نے دنیا میں کوئی چیز بغیر علت مادی کے بنتے نہیں دیکھی۔ اس لئے اس قانون کو ہم نے کلی قانون قرار دیا۔

احمدی۔ کیا تم نے کوئی چیز بغیر آلات کے بنتی دیکھی ہے؟

آریہ۔ نہیں۔

احمدی۔ کیا گھڑا بغیر چک اور ڈنڈے اور کمہار کے ہاتھوں یعنی بغیر آلات کے بن سکتا ہے؟

آریہ۔ نہیں۔

....

....

....

احمدی۔ کیا قفل بغیر اوزاروں اور میز بغیر ہتھیاروں اور کرتے بغیر سوئی وغیرہ کے بن سکتے ہیں؟

آریہ۔ نہیں۔

احمدی۔ پھر کیا خدا بھی جو اشیاء بناتا ہے۔ وہ ہاتھوں سے بناتا ہے؟

آریہ۔ نہیں وہ بغیر ہاتھوں کے اشیاء بناتا ہے۔

احمدی۔ کیا خدا آنکھوں سے دیکھتا اور کانوں سے سنتا ہے؟

آریہ۔ نہیں بلکہ خدا بغیر آنکھوں کے دیکھتا اور بغیر کانوں کے سنتا ہے۔

احمدی۔ جبکہ کمہار بغیر چک اور ڈنڈے اور بغیر ہاتھوں کے نہیں بنا سکتا۔ اور لوہار بغیر اوزاروں اور ترکھان بغیر ہتھیاروں کے کوئی چیز نہیں بنا سکتا۔ تو خدا کس طرح بغیر آلات کے کام کر سکتا ہے؟

آریہ۔ بے شک کمہار تو بغیر آلات کے گھڑا نہیں بنا سکتا۔ اور نہ لوہار ترکھان اور درزی بغیر اوزاروں کے کوئی چیز بنا سکتے ہیں۔ مگر پرمیشور کا اس قانون میں استثناء ہے۔ کیونکہ وہ سرب شکتیمان ہے۔ وہ بغیر آلات کے بھی کام کر سکتا ہے۔

احمدی۔ جزاکم اللہ۔ حق بر زبان جاری۔ اسی طرح ہم بھی مانتے ہیں۔ کہ کمہار بغیر مٹی کے گھڑا نہیں بنا سکتا۔ اور نہ کمہار بغیر لوہے ترکھان بغیر لکڑی درزی بغیر کپڑے کے کوئی چیز بنا سکتے ہیں مگر پرمیشور کا اس قانون میں استثناء ہے۔ کیونکہ وہ سرب شکتیمان ہے۔ وہ بغیر علت مادی کے بھی بنا سکتا ہے۔

ذیل میں ہم وہ حوالہ درج کرتے ہیں۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ آریوں کے نزدیک واقعہ میں یہ بھی ایک کلیہ قانون ہے۔ کہ کوئی چیز بغیر آلات کے نہیں بنتی۔ چنانچہ سوامی صاحب فرماتے ہیں:۔

"مثلاً گھڑے کا بنانے والا کمہار علت فاعلی ہے۔ مٹی علت مادی اور چاک اور ڈنڈا وغیرہ علت آلی ..... ان تینوں علتوں کے بغیر کوئی شے بھی نہ بن سکتی اور نہ بگڑ سکتی ہے"۔ (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۴۴۔ طبع اول صفحہ ۲۷۹)

ستیارتھ پرکاش کے اس حوالہ سے صاف ظاہر ہے۔ کہ ہر چیز کے لئے تین علتوں کی ضرورت ہے۔ اور ان کے بغیر قطعاً کوئی چیز بن ہی نہیں سکتی۔ اور وہ علت فاعلی۔ علت مادی اور علت آلی ہیں۔

اب دیکھو وہ حوالہ جہاں اس کلی قانون سے پرمیشور کا استثناء کیا گیا ہے۔ دیکھو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۱۶

"پرمیشور سے کوئی معلول اس کے ہم جنس نہیں بنتا۔ اور نہ اس کو علت آلاتی کی یعنی دوسرے اعلیٰ اوزاروں کی ضرورت ہے۔ کوئی اس کے برابر نہیں۔ نہ اس سے زیادہ ہے"۔ طبع اول صفحہ ۲۴۵

دیکھو اس حوالہ میں صریحاً سوامی دیانند نے تسلیم کر لیا ہے۔ کہ خدا کو علت آلاتی کی ضرورت نہیں۔ اور وہ اس امر میں اوروں سے مستثنیٰ ہے۔ اور وجہ یہ بتائی۔ کہ چونکہ خدا ہونے کی وجہ سے کوئی اس کے ہم مرتبہ نہیں۔ اس لئے جو قانون اوروں کے لئے ہے۔ وہ اس کا پابند نہیں۔ اور یہی ہم بھی کہتے ہیں۔ کہ علت مادی سے بنانا بے شک ایک قانون ہے۔ اور خدا کا ہی بنایا ہوا ایک قانون ہے۔ مگر چونکہ خدا خدا ہے۔ اس لئے وہ بندوں کے اس قانون میں ان کا شریک نہیں۔

دوسرا جواب

احمدی۔ کیا روح و مادہ مخلوق ہیں؟

آریہ۔ نہیں۔

احمدی۔ کیوں؟

آریہ۔ اس لئے کہ جو بھی مخلوق ہو۔ اسکی کوئی نہ کوئی علت مادی ہونی چاہیئے۔ جس سے خدا ان کو بنا دے۔

احمدی۔ یہ قاعدہ کہ کوئی چیز بغیر علت مادی کے نہیں بن سکتی۔ اس کا تم کو کہاں سے علم ہوا؟

آریہ۔ ہم نے مشاہدہ کیا۔ کہ ہر چیز جو دنیا میں بنتی ہے۔ اسکی کوئی نہ کوئی علت مادی ہوتی ہے۔ جیسے صندوق کے لئے لکڑی۔ گھڑے کے لئے مٹی۔ کپڑے کے لئے سوت وغیرہ۔

احمدی۔ یہ تمہارا مشاہدہ مرکب اشیاء کے متعلق ہے۔ یا مفرد اشیاء کے متعلق؟

آریہ۔ دنیا میں جو چیز بھی بنتی اور جڑتی ہے۔ وہ مرکب ہوتی ہے۔ اور ہمارے مشاہدہ میں کوئی مفرد شے بننے میں نہیں آئی۔ اس لئے یہ قاعدہ کلیہ کہ ہر چیز کی کوئی نہ کوئی علت مادی ہوتی ہے۔ یہ مرکب اشیاء ہی کے متعلق ہے۔

احمدی۔ روحیں اور مادہ کے پرمانو مفرد ہیں یا مرکب؟

آریہ۔ مفرد۔

احمدی۔ جبکہ روح اور مادہ مفرد ہیں۔ اور مرکب نہیں۔ تو تم وہ قاعدہ جو کہ مرکب اشیاء کے متعلق ہے۔ کیوں مفرد اشیاء کے ظہور پذیر ہونے کے متعلق پیش کرتے ہو۔ یہ تو ایسی بات ہے۔ جیسے کوئی شخص کہے۔ کہ آدمی کی خوراک گوشت ہے۔ اور دلیل پوچھنے پر کہے۔ کہ دیکھو شیر گوشت کھاتا ہے۔ اور گوشت اسکی خوراک ہے۔ اس کے جواب میں آریہ کہیں گے۔ کہ بے شک شیر کی خوراک گوشت ہے مگر شیر اور ہے۔ اور انسان اور ہے۔ شیر کا قاعدہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

انسان پر چسپان نہیں کیا جاسکتا۔ اسی طرح ہم آریوں کو کہیں گے۔ کہ بے شک مرکب اشیاء کی تو کوئی نہ کوئی علت مادی ہوگی۔ کیونکہ مرکب کہتے ہی اس کو ہیں۔ جو دو یا دو سے زیادہ اجزاء سے بنا ہوا ہو۔ پس ہر مرکب کی ضرور علت مادی ہوگی۔ یعنی وہی اجزاء جن سے وہ مرکب ہوگا۔ وہی اسکی علت مادی ہونگے۔ مگر مفرد تو دو اجزاء سے بنتا ہی نہیں۔ اس لئے اسکی علت مادی ہوگی ہی نہیں۔ اور چونکہ روح و مادہ بقول تمہارے مفرد ہیں۔ اس لئے اگر وہ پیدا شدہ ہوں۔ تو ان کی کوئی علت مادی نہ ہوگی۔ کیونکہ علت مادی مرکب اشیاء کے لئے ضروری ہے۔ اور یہی ہمارا اور آریوں کا مشاہدہ ہے۔ اس لئے یہ قاعدہ جو مرکب اشیاء کا ہے۔ وہ روح اور مادہ جو کہ مفرد ہیں۔ ان کی پیدائش پر لگ ہی نہیں سکتا۔ چنانچہ قرآن مجید نے اس امر کو بالتصریح فرمایا۔ جہاں فرمایا الا لہ الخلق والامر۔ یعنی خلق و امر اسی کے اختیار میں ہیں۔ یعنی ہست سے ہست کرنا یا دوسرے لفظوں میں مفردات سے مرکب کرنا بھی اللہ تعالےٰ کے اختیار میں ہے۔ اور نیست سے ہست کرنا یعنی مفردات کو عدم سے وجود میں لانا یہ بھی اللہ تعالےٰ ہی کے دست تصرف کا نتیجہ ہے۔ جاننا چاہیئے۔ کہ خلق کا لفظ دو مفہوموں پر بولا جاتا ہے۔ اول ہست سے ہست کرنا۔ یعنی مفردات سے مرکب تیار کرنا۔ دوم نیست سے ہست کرنا۔ یعنی عدم سے مفردات کو وجود میں لانا۔ مگر امر کا لفظ صرف ایک ہی مفہوم رکھتا ہے۔ یعنی مفردات کو عدم سے وجود میں لانا۔ (باقی دارد)

امتحان میں کامیابی:۔ سید محمود احمد شاہ صاحب تھانیسر سے اطلاع دیتے ہیں۔ کہ امسال انکی ہمشیرہ سیدہ مبارکہ خاتون نے مسلم گرلز کالج مسلم یونیورسٹی علیگڑھ سے ایف اے کا امتحان پاس کیا۔ اور ان کے بھائی سید منصور احمد شاہ نے گورنمنٹ کالج رہتک سے ایف۔ اے کا امتحان پاس کیا اور دوسرے بھائی سید ممتاز احمد شاہ نے ایف ایس سی[۵]

پیغامی مشن

مسیح موعود نبی اللہ

(۱۱)

اعتراض ۶۔ حضرت اقدس نے الاستفتاء ضمیمہ حقیقۃ الوحی میں اپنی نبوت کو مجازی فرمایا ہے۔

جواب۔ اصل الفاظ یہ ہیں۔ وسمیت نبیا من اللہ علیٰ طریق المجاز لا علی وجہ الحقیقۃ۔ اور اس کے معنے بھی آپ نے خود ہی کر دیئے ہیں۔ کہ فانی اربی تحت جناح النبی (میں نبی کے فیض سے تربیت یافتہ مقام نبوت تک فائز ہوں) پس یہاں مجاز سے مراد یہ ہے۔ کہ آپ کی نبوت براہِ راست نہیں بہ برکت اتباع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

دوم۔ مجاز بمقابلہ حقیقت ہوتا ہے۔ اور حقیقی کے معنے حضرت اقدس کے نزدیک صاحب شریعت کے ہیں۔ دیکھو سراج منیر صـ۳۔ "اس جگہ حقیقی معنے مراد نہیں۔ جو صاحب شریعت سے تعلق رکھتے ہیں"۔ اور دیکھو مکتوب الحکم جلد ۳ ۲۹ء۔ وہ شخص غلطی کرتا ہے۔ جو سمجھتا ہے۔ کہ "اس نبوت و رسالت سے مراد حقیقی نبوت ہے۔ جس سے انسان خود صاحب شریعت کہلاتا ہے"۔ پس مجاز کا لفظ اس حقیقت کے مقابل پر ہے۔

سوم۔ جب آپ اپنی بعثت کو محمد رسول اللہ کی بعثت فرما رہے ہیں۔ اور اپنی نبوت کو ان کی نبوت جیسا کہ اوپر الاستفتاء اور ازالہ غلطی کا حوالہ گزرا۔ اور یہ بھی ثابت ہے۔ کہ آپ وجود کے لحاظ سے وہی محمد (مکی) صلے اللہ علیہ وسلم نہیں تھے۔ بلکہ مرزا غلام احمد قادیانی (علیہ السلام) تھے۔ تو لا محالہ آپ کی نبوت علیٰ طریق المجاز ہی ہوگی۔

اعتراض ۷۔ حضرت اقدس نے اپنی نبوت کو ظلی فرمایا۔ پس آپ کی نبوت حقیقی و اصلی نہیں۔

جواب۔ ظلی کا لفظ تو شان کو بڑھاتا ہے۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ و موسیٰ کے لئے ضرور نہ تھا۔ کہ نبوت کے حصول کے لئے جمیع کمالات محمدیہ حاصل کرتے۔ مگر مسیح موعود کے لئے ضروری تھا۔ کہ جمیع کمالات محمدیہ کے بعد نبی کا لقب پاتے۔ (دیکھو غلطی کا ازالہ) اور نزول المسیح صـ۱ "اس لئے خدا تعالےٰ نے میرے وجود کو ایک کامل ظلیت کے ساتھ پیدا کیا"۔

دوم۔ دنیا میں ہزاروں قرآن مجید ہیں۔ جو عکسی ہیں پس اگر قرآن کے عکسی ہونے کے سبب اس میں حقیقت قرآنی معدوم ہے۔ اور اس کے الفاظ ہمارے لئے حجت نہیں۔ تو بلاشبہ مسیح موعود کی ظلی نبوت بھی بے حقیقت ہے۔ اگر قرآن مجید کے عکسی ہونے سے کوئی نقص لازم نہیں آتا۔ تو یہاں بھی نقص نہیں۔

اعتراض ۸۔ حضرت اقدس نے اپنی نبوت کے ساتھ امتی فرمایا۔

جواب۔ اس سے بھی اس نبوت میں کوئی نقص نہیں آتا۔ امتی کی وجہ حضرت اقدس حقیقۃ الوحی صـ۱۵۰ میں فرماتے ہیں:۔

"میرا نام امتی بھی رکھا ہے۔ تا معلوم ہو۔ ہر ایک کمال مجھ کو آنحضرت صلعم کی اتباع اور آپ کے ذریعہ سے ملا ہے"۔ ایسا ہی دوسرے رسالہ میں "کسی پر نبی کے لفظ کا اطلاق بھی جائز نہیں۔ جب تک اسکو

---

[۵] میڈیکل کا امتحان گورنمنٹ کالج رہتک سے پاس کیا ہے۔ اللہ تعالےٰ یہ کامیابیاں بابرکت کرے۔ آمین۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

امتی بھی نہ کہا جائے۔ جس کے یہ معنے ہیں۔ کہ ہر ایک انعام اس نے آنحضرت کی پیروی سے پایا ہے۔ نہ براہ راست"۔ (صفحہ ۹ حاشیہ) پس امتی کا لفظ تو طریق حصول نبوت پر دال ہے۔ جیسے مستقل کا لفظ براہِ راست پر۔

اعتراض ۹۔ حضرت اقدس نے لکھا ہے۔ میری نبوت کاملہ تامہ نہیں۔ اور صاحب نبوت کاملہ تامہ امتی نہیں ہو سکتا۔

جواب۔ نبوت کاملہ تامہ سے مراد آپ کی وہ نبوت ہے۔ جو براہِ راست حاصل کی جائے۔ اور جس کے ساتھ وحی شریعت ہو۔ چنانچہ توضیح مرام صفحہ ۱۹ پر ارشاد ہوتا ہے۔ ان النبوۃ التامۃ الکاملۃ لوحی الشریعۃ قد انقطعت۔ نبوت تامہ یعنی وحی شریعت کی حاملہ منقطع ہوئی۔

دوم۔ یہ اس وقت کا ذکر ہے۔ جب آپ اپنی وحی کے الفاظ نبی و رسول کو لغوی معنوں پر حمل فرمایا کرتے تھے

سوم۔ آپ نے یہ فرمایا ہے۔ کہ صاحب نبوت تامہ ہرگز امتی نہیں ہو سکتا۔ (ازالہ صفحہ ۲۳۵) یہ نہیں فرمایا۔ کہ امتی صاحب نبوت نہیں ہو سکتا۔ نبی امتی اور امتی نبی میں فرق ہے۔ کوئی نبی جو براہِ راست نبی ہو۔ یا صاحب شریعت۔ وہ دوسرے نبی کا امتی نہیں بنے گا۔ مگر ایک امتی خاتم النبیین کا امتی نبی بن سکتا ہے۔ (دیکھو براہین حصہ پنجم صفحہ ۱۳۸) "نبی کے معنی صرف یہ ہیں۔ کہ خدا سے بذریعہ وحی خبر پانے والا ہو اور شرف مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہو۔ شریعت کا لانا اس کے لئے ضروری نہیں۔ اور نہ یہ ضروری ہے۔ کہ صاحب شریعت رسول کا متبع نہ ہو۔ پس ایک امتی کو ایسا نبی قرار دینے سے کوئی محذور لازم نہیں آتا"۔

معترض کو سوچنا چاہیئے۔ جہاں حضرت صاحب نے فرمایا۔ نبی امتی نہیں ہو سکتا۔ وہاں کلام حضرت عیسٰی بن مریم کے بارے میں ہے۔ جنہیں ہمارے مخالفین غیر احمدی آسمان سے اتار کر نبی سے امتی بنانا چاہتے ہیں۔ اور ہم ایک امتی کا ذکر کرتے ہیں۔ جو نبی بنا۔

چہارم۔ حضرت صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ ۲۵ پر لکھا ہے۔ "شریعت والا نبی کوئی نہیں آسکتا۔ بغیر شریعت کے آسکتا ہے۔ مگر وہی جو پہلے امتی ہو"۔

اس سے ظاہر ہے۔ کہ امتی نبی ہو سکتا ہے۔

اعتراض ۱۰۔ حضرت اقدس نے اپنی نبوت کو ناقصہ ٹھہرایا۔ اور اپنے آپ کو محدث فرمایا۔

جواب۔ محدث تو اس لئے فرمایا۔ کہ حضرت صاحب کے نزدیک ہر نبی محدث بھی ہوتا ہے۔ اسی واسطے اوائل میں ایک اشتہار میں فرمایا۔ نبی کی جگہ محدث بنا دو۔ توضیح مرام صفحہ ۱۹۔ "فاعلم ارشدک اللہ تعالٰی ان النبی محدث والمحدث نبی باعتبار حصول نوع من انواع النبوۃ"۔ مگر ہر محدث نبی نہیں ہو سکتا۔ اور حضرت اقدس نے اپنے لئے صرف محدث کا اطلاق جائز نہیں رکھا۔ دیکھو (غلطی کا ازالہ صفحہ ۵) "اگر کہو کہ اس کا نام محدث رکھنا چاہیئے۔ تو میں کہتا ہوں۔ کہ تحدیث کے معنے کسی لغت کی کتاب میں اظہار غیب نہیں ہے"۔

باقی رہی نبوت ناقصہ۔ سو ایک معترض نے "میری نبوت سے نبوت ناقصہ مراد ہے"۔ حضورؑ کے الفاظ بتائے ہیں۔ اصل حوالہ صفحہ ۵۶۹ (ازالہ) میں پہلے نبوت کاملہ تامہ کا ذکر ہے۔ جو وحی شریعت سے مختص ہے۔ اور اس کے مقابلہ میں محدث کو ناقص طور پر نبی کہا ہے۔ اصل الفاظ یہ ہیں۔ "ہاں محدث جو مرسلین میں سے ہے۔ امتی بھی ہوتا ہے۔ اور ناقص طور پر نبی بھی"۔ یہ نہیں فرمایا۔ میری نبوت نبوت ناقصہ ہے۔ اسی طرح اصل حوالہ صفحہ ۵۳۲ میں یہ الفاظ ہیں۔ "وہ واقعی اور حقیقی طور پر نبوت تامہ کی صفت سے متصف نہیں ہوگا۔ ہاں نبوت ناقصہ اس میں پائی جائے گی"۔ یہاں بھی نبوت تامہ کے مقابل پر یہ لفظ بولا ہے۔ اور یہ اوائل کا ذکر ہے جب حضورؑ اپنی وحی کے الفاظ نبی اور رسول کو لغوی معنوں پر محمول کرتے اور اپنے آپ کو صرف محدث سمجھتے تھے۔ بعد میں خدا تعالٰی کی متواتر وحی نے اس عقیدہ کو بدل دیا۔ دیکھو حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۹۔

"اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا۔ کہ مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت۔ وہ نبی ہے × × × اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا۔ تو میں اسکو جزئی فضیلت قرار دیتا۔ جو غیر نبی کو نبی پر بھی ہو سکتی ہے۔ تریاق القلوب صفحہ ۱۵۶ × × × مگر بعد میں جو خدا تعالٰی کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی۔ اس نے مجھے اس عقیدہ پر نہ رہنے دیا۔ اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا"۔

اعتراض ۱۱۔ اوائل سے مراد قبل از دعوٰی مسیح موعود ہے۔

جواب۔ یہ غلط ہے۔ یہ عبارت حضرت اقدس نے اس اعتراض کے جواب میں لکھی ہے۔ کہ حضور نے تریاق القلوب میں مسیح ابن مریم پر اپنی فضیلت کو جزئی قرار دے کر لکھا ہے۔ کہ غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے۔ پس تریاق القلوب کے لکھنے کی تاریخ بھی اوائل میں شامل ہے۔

اعتراض ۱۲۔ تریاق القلوب تو ۲۵ اکتوبر ۱۹۰۲ء میں ختم ہوئی۔

جواب۔ یہ غلط ہے۔ ۱۹۰۰ء کے ابتداء میں صفحہ ۱۵۸ تک چھپ چکی تھی۔ اندرونی شہادت بھی موجود ہے۔ دیکھو صفحہ ۱۳۷۔ اس وقت تک جو ۱۵ دسمبر ۱۸۹۹ء ہے۔ ٹائیٹل اور آخری ورق ۱۹۰۲ء میں چھپایا گیا ہے۔ اس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے۔ کہ حضرت اقدس نے معترض کے اعتراض کو تسلیم کر لیا۔ کہ آپ نے تریاق القلوب میں اپنے آپ کو غیر نبی اور جزئی فضیلت رکھنے والا کہا۔ اور یہ اوائل کا مذہب ہے۔

اور دافع البلاء مطبوعہ اپریل ۱۹۰۲ء "میں تمام شان میں بہت بڑھ کر" یہ بعد کا مذہب ہے۔ حالانکہ تاریخوں کے لحاظ سے تریاق القلوب بعد کا اور دافع البلاء اوائل کا مذہب ہونا چاہیئے۔ اگر تریاق القلوب کے وہ صفحات اپریل ۱۹۰۲ء کے بعد چھپتے۔ تو آپ فرماتے دافع البلاء کی عبارت منسوخ ہو گئی۔ نیز کشتی نوح جو

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اپریل ۱۹۰۲ء کو چھپی۔ اس میں بھی آپ نے مسیح بن مریم سے اپنے آپ کو بڑھ کر لکھا ہے۔ فتدبر۔ بلکہ یکم اکتوبر ۱۹۰۲ء مسیح کی سیر میں فرمایا:۔ "خدا تعالیٰ کی صریح وحی سے مجھے معلوم کرایا گیا ہے۔ کہ محمدی سلسلہ کا خاتم الخلفاء موسوی سلسلہ کے خاتم الخلفاء سے بڑھ کر ہے"۔ (الحکم ۱۰ اکتوبر ۱۹۰۲ء)

اعتراض ۱۳۔ حقیقۃ الوحی میں لکھا ہے۔ کہ تئیس برس کی متواتر وحی کو کیونکر رد کر سکتا ہوں۔ تو کیا ۱۹۰۲ء تک آپ بے خبر رہے۔ کہ میں نبی ہوں۔

جواب۔ آپ ان الفاظ کو لغوی معنوں پر محمول فرماتے رہے۔ اور ظاہر پر حمل نہ کیا۔ اور بے خبری و لاعلمی تو حضرت اقدس مسیح کی دوبارہ آمد کے بارے میں بھی مانتے رہے ہیں۔ ایک طرف براہین احمدیہ میں مسیح کا آسمان سے نازل ہونا لکھا۔ دوسری طرف اسی براہین میں یہ الہام درج ہے۔ کہ یا عیسیٰ یہ آپ کے صدق پر دال ہے۔ باوجود الہامات کے بے خبری کا اقرار (دیکھو حقیقۃ الوحی ص۳۳۸) "جس زمانہ میں خدا نے براہین احمدیہ میں فرمایا۔ اس وقت میں اس معرفت سے خود بے خبر تھا"۔ (حقیقۃ الوحی ص۱۵) "جب تک مجھے اس سے علم نہ ہوا۔ میں وہی کہتا رہا۔ جو اوائل میں میں نے کہا"۔ (اعجاز احمدی ص۸) "میں قریباً بارہ برس جو ایک زمانہ دراز ہے۔ بالکل اس سے بے خبر اور غافل رہا۔ کہ خدا نے مجھے بڑی شد و مد سے براہین احمدیہ میں مسیح موعود قرار دیا ہے"۔

اعتراض ۱۴۔ صحیح مسلم میں جو نبی اللہ آیا ہے۔ اس کے معنے حضرت اقدس نے ازالہ اوہام میں وحی پانے والا لکھے۔ اور انجام آتھم میں صوفیانہ اصطلاح قرار دی ہے۔

جواب۔ یہ بھی اوائل کا ذکر ہے۔ اور نبی وحی پانے والا ہی ہوتا ہے۔ اور کیا ہوتا ہے۔ کثرت مکالمہ مخاطبہ کو خدا کی اصطلاح میں نبوت کہتے ہیں۔ (چشمہ معرفت صفحہ ۳۲۵) صوفیانہ اصطلاح ہوتی۔ تو پھر کئی نبی ہوتے۔ مگر حقیقۃ الوحی میں حضرت اقدس نے لکھ دیا ہے۔ کہ اگر دوسرے صلحاء جو مجھ سے پہلے گزر چکے ہیں۔ وہ بھی اسی قدر مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ اور امور غیبیہ سے حصہ پا لیتے۔ تو وہ نبی کہلانے کے مستحق ہو جاتے۔ تو اس صورت میں آنحضرت صلعم کی پیشگوئی میں ایک رخنہ واقعہ ہو جاتا۔ ×× اس لئے خدا کی مصلحت نے ان بزرگوں کو اس نعمت کو پورے طور پر پانے سے روک دیا۔ تاکہ جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے۔ کہ ایسا شخص ایک ہی ہوگا۔ وہ پیشگوئی پوری ہو جائے۔

دیکھو یہاں صحیح مسلم کی حدیث کا مصداق صرف ایک قرار دیا ہے۔ پس جو اوائل میں فرمایا۔ وہ وحی الٰہی کی بناء پر خاص ہوا۔

اعتراض ۱۵۔ مسیح موعود مجدد تھے۔ اگر دوسرے مجدد نبی تھے۔ تو آپ بھی ہیں۔

جواب۔ مجدد تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی تھے۔ دیکھو لیکچر سیالکوٹ ص۳۔ "ہمارے نبی اظہار سچائی کے لئے ایک مجدد اعظم تھے"۔ پس کیا وہ بھی نبی نہیں۔

اعتراض ۱۶۔ حضرت اقدس نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد مدعی نبوت کو کاذب اور کافر فرمایا ہے۔ پھر آپ کیوں دعویٰ کرنے لگے تھے۔

جواب۔ جو آپ کو یہ کہے۔ اسے کہنا چاہیئے۔ اصل حوالہ دکھاؤ۔ پھر اس حوالہ کی پہلی اور بعد کی سطریں دیکھیں۔ ان میں ضرور ایسی نبوت کا ذکر ہوگا۔ جو براہ راست ملے یا صاحب شریعت کی نبوت ہو۔ مثلاً آسمانی فیصلہ طبع سوم جہاں مدعی نبوت کو کافر فرمایا۔ ساتھ ہی قرآن کریم کے بعض احکام کو منسوخ کرنے والا لکھا ہے۔ (باقی وارد)

کس کس نے کیا کیا چھینا

ساری بہارِ گلشن ریڈر نے چھین لی
روزی جو مولوی کی تھی پیچر نے چھین لی
بیلا۔ چمیلی۔ چمپا کوئی پوچھتا نہیں
خوشبوئے عطر بوئے لونڈر نے چھین لی
رہی ہیلیوں کا نام بھی مفقود ہو گیا
ان کی کمائی انجن و موٹر نے چھین لی
تاثیر بید مشک تبا شیر و بادیاں
آئیس کریم و سوڈا و جنجر نے چھین لی
خیاط و دستکار کے بچے کی پختگی
ایک کل بنا کے حضرت سنگر نے چھین لی
لذت چپاتی نان کی اور شیر مال کی
کیک اور نان پاؤ کے بیکر نے چھین لی
پاپوش مخملی کی لچکدار چال ڈھال
جتنی تھی بوٹ اور سلیپر نے چھین لی
دستار اور کلاہ کی جو آن بان تھی
سر پوش دار ٹوپ ستمگر نے چھین لی
رومال کی بہار گلوبند کی پھبن
جو کچھ رہی سہی تھی وہ مفلر نے چھین لی

(ماخوذ)

آئندہ دس سال کے بعد کیا ہوگا؟

زمانہ حال کی ایجادات دنیا کو محو حیرت بنا رہی ہیں لیکن آئندہ دس سال کے بعد کیا ہوگا۔ یہ جاننا اس سے کہیں زیادہ دلچسپی کا موجب ہوگا۔ پڑھئے:۔

(۱) سڑکوں پر چھتیں بنائی جائینگی۔ یہ چھتیں بھی سڑکوں کا کام دیں گی۔

(۲) مختلف رفتار کی گاڑیوں کے لئے مختلف راستے تیار کئے جائیں گے۔ (۳) ہوائی جہاز اڑتے اڑتے غوطہ کھا کر جہاں ضرورت ہوگی۔ مسافروں کو سوار کر لیا کریں گے۔ (۴) میدان زمین پر نہیں بلکہ چھتوں پر ہوں گے۔ کرکٹ۔ ہاکی۔ فٹ بال وغیرہ سب کھیلیں چھتوں پر ہوا کریں گی۔ (۵) مکانوں میں چوڑے برآمدے ۴

---

۴ بنائے جائیں گے۔ یہ برآمدے نیچے کے مکانوں کی روشنی بند نہ کر سکیں گے۔ ہر کمرہ اس طرح بنایا جائیگا۔ کہ اس میں باہر کی آواز نہ پہنچ سکے گی۔ اور نہ ہی اندر سے آواز باہر جا سکیگی۔ (۶) عمارتی کام کے لئے ایسی دھات ایجاد ہوگی۔ جو لوہے سے نصف ہلکی اور دگنی مضبوط ہوگی۔ (۷) کھڑکیاں بند رہا کریں گی۔ لیکن روشنی اسی طرح رہیگی۔ گویا جیسے کھڑکیاں کھلی ہیں۔ (انقلاب)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

احمدی مشن

حضرت مسیح موعودؑ کے ارشادات

قصر نماز۔ نماز کے قصر کرنے کے متعلق سوال کیا گیا۔ کہ جو شخص یہاں آتے ہیں۔ وہ قصر کریں یا نہ۔ فرمایا۔ جو شخص تین دن کے واسطے یہاں آوے۔ اس کے واسطے قصر جائز ہے۔ میری دانست میں جس سفر میں عزم سفر ہو۔ پھر خواہ وہ تین چار کوس ہی کا سفر کیوں نہ ہو۔ اس میں قصر جائز ہے۔ یہ ہماری سیر سفر نہیں ہے۔ ہاں اگر امام مقیم ہو۔ تو اس کے پیچھے پوری ہی نماز پڑھنی پڑے گی۔ حکام کا دورہ سفر نہیں ہو سکتا۔ وہ ایسا ہے۔ جیسے کوئی اپنے باغ کی سیر کرتا ہے۔ خواہ نخواہ قصر کرنے کا تو کوئی وجود نہیں۔ اگر دوروں کی وجہ سے انسان قصر کرنے لگے۔ تو پھر یہ دائمی قصر ہوگا۔ جس کا کوئی ثبوت ہمارے پاس نہیں ہے۔ حکام کہاں مسافر کہلا سکتے ہیں۔ سعدی نے بھی کہا ہے۔ ؎

منعم بکوہ و دشت و بیابان غریب نیست
ہر جا کہ رفت خیمہ زد و خوان بگاہ ساخت

باجا اور آتش بازی۔ نکاح پر باجا بجانے اور آتشبازی چلانے کے متعلق سوال ہوا۔ فرمایا۔ ہمارے دین میں دین کی بنا یُسر پر ہے۔ عُسر پر نہیں۔ اور پھر انما الاعمال بالنیات ضروری چیز ہے۔ باجوں کا وجود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہ تھا اعلان نکاح جس میں فسق و فجور نہ ہو۔ جائز ہے۔ بلکہ بعض صورتوں میں ضروری شے ہے۔ کیونکہ اکثر دفعہ نکاحوں کے متعلق مقدمات تک نوبت پہنچتی ہے۔ اور پھر وراثت پر اثر پڑتا ہے۔ اس لئے اعلان کرنا ضروری ہے۔ مگر اس میں کوئی ایسا امر نہ ہو۔ جو فسق و فجور کا موجب ہو۔ رنڈی کا تماشا۔ آتشبازی فسق و فجور اور اسراف ہے۔ یہ جائز نہیں۔ باجے کے ساتھ اعلان پر پوچھا گیا۔ کہ جب برات لڑکے والوں کے گھر سے چلتی ہے۔ کیا اسی وقت سے باجا بجتا جاوے۔ یا نکاح کے بعد۔ فرمایا۔ ایسے سوالات اور جزی در جزی نکالنا بے فائدہ ہے اپنی نیت کو دیکھو کہ کیا ہے۔ اگر اپنی شان و شوکت دکھانا مقصود ہے۔ تو فضول ہے۔ اور اگر یہ غرض ہے۔ کہ نکاح کا صرف اعلان ہو۔ تو اگر گھر سے بھی باجا بجتا جاوے۔ تو کچھ حرج نہیں ہے۔ اسلامی جنگوں میں بھی تو باجا بجتا ہے۔ وہ بھی ایک اعلان ہی ہوتا ہے۔

آتشبازی کے متعلق فرمایا۔ کہ اس میں ایک جزو گندھک کا بھی ہوتا ہے۔ اور گندھک وبائی ہوا صاف کرتی ہے۔ چنانچہ آج کل طاعون کے ایام میں مثلاً انار بہت جلد ہوا کو صاف کرتا ہے۔ اگر کوئی شخص صحیح نیت اصلاح ہوا کے واسطے ایسی آتشبازی جس سے کوئی خطرہ نقصان کا نہ ہو۔ چلاوے۔ تو ہم اسکو جائز سمجھتے ہیں۔ مگر یہ شرط اصلاح نیت کے ساتھ ہو۔ کیونکہ تمام نتائج نیت پر مترتب ہوتے ہیں۔ حدیث میں آیا ہے۔ کہ صحابی نے گھر بنوایا۔ اور آپ کو مجبور کیا۔ کہ آپ اس میں قدم ڈالیں۔ آپ نے اس مکان کو دیکھا۔ اس کے ایک طرف کھڑکی تھی۔ آپ نے دریافت کیا۔ کہ یہ کس لئے بنائی ہے۔ اس نے عرض کیا۔ کہ ٹھنڈی ہوا کے آنے کے واسطے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اگر تو اذان سننے کے واسطے اسکی نیت رکھتا۔ تو ہوا تو آ ہی جاتی۔ اور تیری نیت کا ثواب بھی تجھے مل جاتا۔

ایک مختار عدالت نے سوال کیا۔ کہ بعض مقدمات میں اگرچہ وہ سچا اور صداقت پر ہی مبنی ہو۔ مصنوعی گواہوں کا بنانا کیسا ہے۔

فرمایا۔ اول تو اس مقدمہ کے پیروکار بنو۔ جو بالکل سچا ہو۔ یہ تفتیش کر لیا کرو۔ کہ مقدمہ سچا ہے۔ یا جھوٹا۔ پھر سچ آپ ہی فروغ حاصل کرے گا۔ دوم۔ گواہوں سے آپ کا کچھ واسطہ ہی نہیں ہونا چاہیئے۔ یہ مؤکل کا کام ہے۔ کہ وہ گواہ پیش کرے۔ یہ بہت ہی بری بات ہے۔ کہ خود تعلیم دی جاوے کہ چند گواہ تلاش کر لاؤ۔ اور ان کو یہ بات سکھا دو۔ تم خود کچھ بھی نہ کہو۔ موکل خود شہادت پیش کرے خواہ وہ کیسی ہی ہو۔ پھر سوال ہوا۔ کہ بعض باتیں واقع میں صحیح ہوتی ہیں۔ مگر مصلحت وقت اور قانون ان کے اظہار کا مانع ہوتا ہے۔ تو کیا ہم لا تکتموا الشہادۃ کے موافق ظاہر کر دیا کریں۔

فرمایا۔ یہ بات اس وقت ہوتی ہے۔ جب آدمی آزاد بالطبع ہو۔ دوسری جگہ یہ بھی تو فرمایا ہے۔ لا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ قانون کی پابندی ضروری شے ہے۔ جب قانون روکتا ہے۔ تو رکنا چاہیئے۔ جبکہ بعض جگہ اخفاء ایمان بھی کرنا پڑتا ہے۔ تو جہاں قانون بھی مانع ہو۔ وہاں کیوں اظہار کیا جاوے۔ جس راز کے اظہار سے خانہ بربادی اور تباہی آتی ہو۔ وہ اظہار کرنا منع ہے۔

رہن کے متعلق سوال ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ موجودہ تجاویز رہن جائز ہیں۔ گذشتہ زمانہ میں یہ قانون تھا۔ کہ اگر فصل ہو گئی۔ تو حکام زمینداروں سے معاملہ وصول کر لیا کرتے تھے۔ اگر نہ ہوتی۔ تو معاف ہو جاتا۔ اور اب خواہ فصل ہو یا نہ ہو۔ حکام اپنا مطالبہ وصول کر ہی لیتے ہیں۔ پس چونکہ حکام

Digitized by Khilafat Library Rabwah

وقت اپنا مطالبہ کسی صورت میں نہیں چھوڑتے۔ تو اسی طرح یہ رہن بھی جائز رہا۔ کیونکہ کبھی فصل ہوتی اور کبھی نہیں ہوتی۔ تو دونوں صورتوں میں مرتہن نفع و نقصان کا ذمہ وار ہے۔ پس رہن عدل کی صورت میں جائز ہے۔ آج کل گورنمنٹ کے معاملے زمینداروں سے ٹھیکہ کی صورت میں ہو گئے ہیں۔ اور اس صورت میں زمینداروں کو کبھی فائدہ اور کبھی نقصان ہوتا ہے۔ تو ایسی صورت عدل میں رہن بے شک جائز ہے۔ جب دودھ والا جانور اور سواری کا گھوڑا رہن با قبضہ ہو سکتا ہے۔ اور اس کے دودھ اور سواری سے مرتہن فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ تو پھر زمین کا رہن تو آپ ہی حاصل ہو گیا۔

پھر زیور کے رہن کے متعلق سوال ہوا۔ تو فرمایا۔ زیور ہو کچھ ہو۔ جبکہ انتفاع جائز ہے۔ تو خواہ نخواہ تکلفات کیوں بناتے جاویں۔ اگر کوئی شخص زیور کو استعمال کرنے سے اس سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ تو اسکی زکوٰۃ بھی اس کے ذمہ ہے۔ زیور کی زکوٰۃ بھی فرض ہے۔ چنانچہ کل ہی ہمارے گھر میں زیور کی زکوٰۃ ڈیڑھ سو روپیہ دیا ہے۔ پس اگر زیور استعمال کرتا ہے۔ تو اسکی زکوٰۃ دے۔ اگر بکری رہن رکھی ہے۔ اور اس کا دودھ پیتا ہے تو اس کو گھاس بھی دے۔ الحکم ۲۴ اپریل ۱۹۰۳ء صفحہ ۱

موجودہ عیسائیت

عیسائیوں کا موجودہ دین و مذہب جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ اس کا کوئی بھی ایسا پہلو نہیں ہے۔ جو حق کے طالب کو اس سے کچھ تسلی مل سکے۔ اگر تعلیم کی طرف دیکھیں تو وہ ناقص ہے۔ اور اگر ان نشانوں کو دیکھیں۔ جو انجیل میں سچے مسیحی کی علامت ٹھہرائے گئے ہیں۔ تو کسی عیسائی میں ان کا پتہ نہیں ملتا۔ اور اگر مسیح کے کام دیکھیں۔ تو بجز قصوں کہانیوں کے رویت کے طور پر کسی کا ثبوت نہیں۔ اور اگر ان پیشگوئیوں کو غور سے پڑھیں۔ جن کے رو سے مسیح کا خدا ہونا سمجھا جاتا ہے۔ تو کوئی بھی ایسی پیشگوئی نہیں۔ جس سے یہ مدعا ثابت ہو سکے۔ اور خود ظاہر ہے کہ اگر توریت اور دوسرے نبیوں کی کتابوں میں کسی خدا کے پیدا ہونے کا وعدہ دیا جاتا۔ تو یہود اس وعدہ کے موافق ضرور یہ عقیدہ رکھتے۔ کہ کسی وقت خدا ان کی مدد کرنے کے لئے مجسم ہو کر کسی عورت کے پیٹ میں سے پیدا ہوگا۔ اور ہر ایک سمجھ سکتا ہے۔ کہ یہود توریت اور دوسرے عہد عتیق کے صحیفوں سے برگشتہ نہ تھے۔ تا ایسے خدا سے منکر رہتے۔ اور اگر حضرت مسیح کی خدائی کو قبول نہیں کیا تھا۔ تو کیا وجہ تھی۔ کہ اصل پیشگوئی سے منکر ہو جاتے۔ ان کو بہر حال یہ کہنا چاہیئے تھا۔ کہ ایسا جسمانی خدا اگرچہ اب تک نہیں آیا۔ مگر ضرور آئیگا۔ لیکن تم یہود کو پوچھکر دیکھ لو۔ کہ وہ ایسے اعتقاد سے سخت بیزار اور اس کو کفر اور شرک قرار دیتے ہیں۔ اور اس بات کے ہرگز منتظر نہیں ہیں۔ کہ کسی وقت خدا انسانی جسم میں جنم لے گا۔ یا یہ کہ عقیدہ تثلیث برحق ہے۔ بلکہ وہ صاف کہتے ہیں۔ کہ ایسے عقائد رکھنے والا کافر ہے۔ اور ہرگز نجات نہیں پائیگا۔ حالانکہ یہود وہ لوگ ہیں۔ جن کے درمیان برابر نبی آتے رہے۔ یہ بالکل قرین قیاس نہیں۔ کہ یہود باوجود مسلسل تعلیم انبیاء کے سرے سے ایسے خدا کے منکر ہو جاتے۔ جس کے پیدا ہونے کی کسی پیشگوئی میں ان کو امید دی جاتی۔ ہاں ممکن تھا۔ کہ اس جسمانی خدا کا مصداق حضرت مسیح کو نہ ٹھہراتے۔ مگر یہ تو کہتے۔ کہ وہ جسمانی خدا کوئی اور ہے۔ جو بعد میں آئے گا۔ ہم نے اس زمانہ کے بہت سے فاضل یہودیوں سے دریافت کیا۔ انہوں نے یہ جواب لکھا ہے۔ کہ کبھی کسی نبی نے یہودیوں کو ایسے جسمانی خدا کے ظاہر ہونے کی امید نہیں دلائی۔ اور ایسا اعتقاد صریح شرک اور کفر اور توریت کی تعلیم کے مخالف ہے۔

الہام الٰہی و الہام شیطانی میں تمیز

اکثر جاہلوں کو یہ معلوم نہیں ہے۔ کہ الہام شیطانی بھی ہوا کرتے ہیں۔ امت کے تمام اکابر اس عقیدہ پر متفق ہیں۔ پس ہر ایک شخص کا الہام جو نرے الفاظ ہوں۔ اور کوئی فوق العادت امر ان میں نہ ہو۔ خدا تعالےٰ کی طرف سے نہیں ہو سکتا۔ اور کوئی الہام ہرگز قابل پذیرائی نہیں جب تک کہ اس میں الٰہی شوکت نہ ہو۔ اور الٰہی شوکت یہ ہے۔ کہ فوق العادت اور عظیم الشان پیشگوئیاں جو الوہیت کی قدرت اور علم سے بھری ہوئی ہوں۔ اس الہام میں پائی جائیں۔ یا دوسرے الہاموں میں جو اسی شخص کے منہ سے نکلے ہوں۔ ہستی باری تعالیٰ پر محکم دلیل۔ قرآن شریف نے خدا تعالےٰ کا علت العلل ہونا قرار دیا ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ وان الی ربک المنتھٰی۔ یعنی تمام سلسلہ علل و معلومات تیرے رب پر ختم ہو جاتا ہے۔ تفصیل اس دلیل کی یہ ہے۔ کہ نظر تعمق سے معلوم ہوگا۔ کہ یہ تمام موجودات علل و معلول کے سلسلہ میں موجود ہے۔ اور اسی وجہ سے دنیا میں طرح طرح کے علوم پیدا ہو گئے ہیں۔ کیونکہ کوئی حصہ مخلوقات کا نظام سے باہر نہیں۔ بعض بعض کے لئے بطور اصول اور بعض بطور فروع کے ہیں۔ اور یہ تو ظاہر ہے۔ کہ علت یا تو خود اپنی ذات سے قائم ہوگی۔ اور یا اس کا وجود کسی دوسرے علت کے وجود پر منحصر ہوگا۔ اور پھر یہ دوسری علت کسی اور علت پر وعلیٰ ہذا القیاس۔ اور یہ تو جائز نہیں۔ کہ اس محدود دنیا میں علل و معلول کا سلسلہ کہیں جا کر ختم نہ ہو۔ اور غیر متناہی ہو۔ تو بالضرورت ماننا پڑا۔ کہ یہ سلسلہ ضرور کسی اخیر علت پر جا کر ختم ہو جاتا ہے۔ پس جس پر اس تمام سلسلہ کا انتہاء ہے۔ وہی خدا ہے۔ آنکھ کھول کر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دیکھ لو۔ کہ آیت وان الی ربک المنتھٰی اپنے مختصر لفظوں میں اسی دلیل مذکورہ بالا کو بیان فرما رہی ہے۔ جس کے یہ معنے ہیں۔ کہ انتہا تمام سلسلہ کا تیرے رب تک ہے۔

دقیقہ معرفت

عالم معاد میں ترقیات غیر متناہی ہوں گی۔ اس میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ والذین اٰمنوا معہ نورھم یسعیٰ بین ایدیھم وبایمانھم یقولون ربنا اتمم لنا نورنا واغفر لنا انک علی کل شیءٍ قدیر۔ یعنی جو لوگ دنیا میں ایمان کا نور رکھتے ہیں۔ ان کا نور قیامت کو ان کے آگے اور ان کی دہنی طرف دوڑتا ہوگا۔ اور وہ ہمیشہ یہی کہتے رہیں گے۔ کہ اے خدا ہمارے نور کو کمال تک پہنچا۔ اور اپنی مغفرت کے اندر ہمیں لے لے۔ تو ہر چیز پر قادر ہے۔ اس آیت میں یہ جو فرمایا۔ کہ وہ ہمیشہ یہی کہتے رہیں گے۔ کہ ہمارے نور کو کمال تک پہنچا۔ یہ ترقیات غیر متناہیہ کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی ایک کمال نورانیت کا انہیں حاصل ہوگا۔ پھر دوسرا کمال نظر آئے گا۔ اس کو دیکھ کر پہلے کمال کو ناقص پائیں گے۔ پس کمال ثانی کے حصول کیلئے التجا کریں گے۔ اور جب وہ حاصل ہوگا۔ تو ایک تیسرا مرتبہ کمال کا ان پر ظاہر ہوگا۔ پھر اس کو دیکھ کر پہلے کمالات کو ہیچ سمجھیں گے۔ اور اسکی خواہش کریں گے۔ یہی ترقیات کی خواہش ہے۔ جو اتمم کے الفاظ سے سمجھی جاتی ہے۔

غرض اسی طرح غیر متناہی سلسلہ ترقیات کا چلا جائے گا۔ تنزل کبھی نہیں ہوگا۔ اور نہ کبھی بہشت سے نکالے جائیں گے۔ بلکہ ہر روز آگے بڑھیں گے۔ نہ پیچھے کو۔ اور یہ جو فرمایا کہ وہ ہمیشہ اپنی مغفرت چاہیں گے۔ اس جگہ سوال یہ ہے کہ جب بہشت میں داخل ہوگئے۔ تو پھر مغفرت میں کیا کسر رہ گئی۔ اور جب گناہ بخشے گئے۔ تو پھر استغفار کی طرف کونسی حاجت رہی۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ مغفرت کے اصل معنے یہ ہیں۔ ناملائم اور ناقص حالت کو نیچے دبانا اور ڈھانکنا۔ سو بہشتی اس بات کی خواہش کرینگے۔ کہ کمال تام حاصل کریں۔ اور سراسر نور میں غرق ہو جائیں۔ اور وہ دوسری حالت کو دیکھ کر پہلی حالت کو ناقص پائیں گے۔ پس چاہیں گے۔ کہ پہلی حالت نیچے دبائی جائے۔ پھر تیسرے کمال کو دیکھ کر یہ آرزو کریں گے۔ کہ دوسرے کمال کی نسبت مغفرت ہو۔ یعنی وہ حالت ناقصہ نیچے دبائی جائے۔ اور مخفی کی جائے۔ اسی طرح غیر متناہی مغفرت کے خواہشمند رہیں گے۔ یہ وہی لفظ مغفرت اور استغفار کا ہے۔ جو بعض نادان بطور اعتراض ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت پیش کیا کرتے ہیں۔ سو ناظرین نے اس جگہ سے سمجھ لیا ہوگا۔ کہ یہی خواہش استغفار فخر انسان ہے۔ جو شخص کسی عورت کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ اور پھر ہمیشہ کے لئے استغفار اپنی عادت نہیں پکڑتا۔ وہ کیڑا ہے۔ نہ انسان۔ اور اندھا ہے نہ سوجاکھا۔ اور ناپاک ہے نہ طیب۔ اب خلاصہ کلام یہ ہے۔ کہ قرآن شریف کے رو سے دوزخ اور بہشت دونوں اصل میں انسان کے زندگی کے اظلال و آثار ہیں۔ کوئی ایسی نئی جسمانی چیز نہیں ہے۔ کہ جو دوسری جگہ سے آوے۔ یہ سچ ہے۔ کہ وہ دونوں جسمانی طور سے متمثل ہوں گے۔ مگر وہ اصل روحانی حالتوں کے اظلال و آثار ہوں گے۔ ہم لوگ ایسی بہشت کے قائل نہیں ہیں۔ کہ صرف جسمانی طور پر ایک زمین میں درخت لگائے گئے ہوں۔ اور نہ ایسی دوزخ کے ہم قائل ہیں۔ جس میں درحقیقت گندھک[۴] کے پتھر ہیں۔ بلکہ اسلامی عقیدہ کے موافق بہشت و دوزخ انہیں اعمال کے انعکاسات ہیں۔ جو دنیا میں انسان کرتا ہے۔ (الحکم ۱۷ رجون ۱۹۰۳ء صـ۲)

(الشیخ محمد علی صاحب ایم اے تاجر کتب قادیان نے اپنے مکان میں ہاتھ کی مشین پر یہ کتاب چھاپی اور مولوی عطاء اللہ خان صاحب فاضل پریس مینیجر نے شائع کی)

تندرستی۔ طاقت۔ قوت مردمی بخشنے والی اکسیر دوا

امرت بوٹی رجسٹرڈ گورنمنٹ آف انڈیا

تمام مردانہ کمزوریوں کو دور کرکے قوت مردانہ کا ایک طوفان پیدا کرنے والی زبردست اکسیر بوٹی ہے۔ چند ہی روز میں بدن میں خون کی لہریں نظر آنی شروع ہو جاتی ہیں۔ دل۔ دماغ۔ جسم میں نئی قوت بخشتی ہے۔ اس کے استعمال سے جریان۔ دھات احتلام۔ سرعت کی بیماری نام کو نہیں رہتی ہے۔ اور قوت ہاضمہ ایسا مضبوط ہو جاتا ہے۔ کہ آپ کافی مقدار میں دودھ۔ گھی۔ مکھن کھاکر ہضم کر سکتے ہیں۔ جن لوگوں نے غلط کاری سے۔ یا کثرت مجامعت سے اپنی قوت کو ضائع کر لیا ہو۔ ان کے لئے ایک بہتر اور مفید دوائی ہے۔ اور کم قیمت بھی ہے۔ زیادہ تعریف بے فائدہ۔ آزمائش شرط ہے

۱۰۰ گولی کی شیشی ۲/۸/- ۵۰ گولی کی شیشی ۱/۸/-

۲۵ گولی کی شیشی ۱/۴/- علاوہ محصول ڈاک۔

منیجر احمدیہ یونان فارمیسی جالندھر چھاؤنی (پنجاب)

میری محترم احمدی بہنیں!

لائیکورائن} مرض لائیکوریا یعنی سیلان الرحم کے لئے ایسی مفید اور زود اثر دوائی ہے۔ جس کے چند ہی دنوں کے استعمال سے سفید اور نیلی پیلی رطوبت کا اخراج بالکل بند ہو جاتا ہے۔ وہ بہنیں جن کو اس نامراد مرض نے کمزور کر دیا ہو۔ ماہواری کورس باقاعدہ نہ آتے ہوں۔ یا درد سے آتے ہوں۔ چہرہ پژمردہ سا رہتا ہو۔ دل دھڑکتا ہو۔ رات کو نیند نہ آتی ہو۔ بھوک نہ لگتی ہو۔ حمل گر جاتا ہو۔ یا کمزور بچے پیدا ہوتے ہوں۔ تو لائیکورائن استعمال کریں۔ بہت سی بہنوں نے استعمال کرکے فائدہ اٹھایا ہے۔ اور بڑی تعریف کی ہے۔ ایک ماہ کی مکمل خوراک ۶۰ گولی عہ محصول ڈاک۔ ملنے کا پتہ:۔ ایل النساء بیگم

حکیم حاذق معرفت منیجر احمدیہ یونان فارمیسی جالندھر چھاؤنی